آئی او ایس خبرنامہ

جلد: ۱۲ شمارہ: ۳ جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء/شعبان المعظم تا شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ قیمت: ۵ روپیے

آئی او ایس نے ملک میں اکیڈمک ماحول کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے: پروفیسر افضل وانی

19ویں لاء کمیشن آف انڈیا کے رکن اور گرو گوبند اندر پرستھ یونیورسٹی میں لاء اینڈ لیگل اسٹڈیز کے پروفیسر آف لاء **پروفیسر افضل وانی** کشمیر یونیورسٹی (سری نگر)، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور نئی دہلی میں واقع انڈین لاء انسٹی ٹیوٹ میں اپنی خدمات دے چکے ہیں۔ وہ تقریباً ایک درجن سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں خواتین کے نان نفقہ کے حقوق، مسلم خواتین سے متعلق نان ونفقہ کا اسلامی قانون، بچے، والدین اور دیگر اقارب، مہر کی اسلام میں حیثیت پرانا قانون اور دیگر مسلم ممالک کے قوانین قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ قوانین سے متعلق مختلف موضوعات پر تقریباً 6 درجن سے زائد مقالے تحریر کیے اور قومی وبین الاقوامی سیمینار و کانفرنسوں میں شرکت کی۔ اپنی گوناگوں صلاحیتوں کے اعتراف میں وہ کئی ایوارڈ سے بھی نوازے گئے ہیں۔ پروفیسر وانی آئی او ایس سے شائع ہونے والے جریدے ریلجن اینڈ لاء ریویو کے ایڈیٹر ہیں اس کے علاوہ اندر پرستھ ٹکنالوجی لاء جرنل کی ادارت بھی سنبھالی ہے اور متحدہ عرب امارات یونیورسٹی (یو اے ای) کی فیکلٹی آف شرعیہ اور لاء سے شائع ہونے والے این آر ای سی لاء جرنل کے چیف مشیر کار رہے ہیں۔ اس سے قبل وہ علی گڑھ لاء جرنل کے جوائنٹ ایڈیٹر کی بھی ذمہ داری ادا کر چکے ہیں۔ موصوف آئی او ایس کی گورننگ کونسل کے رکن ہیں۔ پروفیسر افضل وانی کی ان ہی صلاحیتوں کے پیش نظر آئی او ایس خبرنامہ کے مدیر **خورشید عالم** نے ان سے گفتگو کی، پیش ہے ان سے گفتگو کے کچھ اہم نکات۔

سوال: آپ کا میدان کار قانون رہا ہے لہٰذا یہ بتائیں کہ آئی او ایس جیسے تھنک ٹینک سے آپ کب اور کس طرح جڑے؟

جواب: میں نے کشمیر یونیورسٹی کے پہلے بیچ (Batch) سے ایل ایل ایم کیا تھا۔ 1985 میں ایل ایل ایم کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد مزید لیگل اسٹڈی کرنے کے مقصد سے دہلی آیا۔ اس دوران جواہر لعل نہرو یونیورسٹی میں قیام تھا، وہاں ڈاکٹر محمد منظور عالم کسی سے ملنے تشریف لائے وہاں ان سے ملاقات ہوئی اور مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ اسی ملاقات میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے جا رہے ہیں۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب اور انسٹی ٹیوٹ سے میری واقفیت ہوئی۔ ایل ایل ایم میں، میں نے نفقہ مطلقہ کے موضوع پر کام کیا تھا۔ وہ کتاب ''مہر کی اسلام میں حیثیت پرانا قانون اور دیگر مسلم ممالک کے قوانین'' جو کہ انگریزی میں تھی، انسٹی ٹیوٹ سے شائع ہوئی۔ ہندوستان میں مسلم صورتحال' پر ہوئے سیمینار میں، میں نے بھی ایک مقالہ پیش کیا۔ اس کے بعد میں آئی او ایس کے تقریباً ہر پروگرام میں شریک ہوتا رہا۔ جنوری 2000 میں انڈین لاء انسٹی ٹیوٹ میں ایسوسی ایٹ ریسرچ پروفیسر کے طور پر جوائن کیا، اس کے بعد آئی او ایس سے شائع ہونے والے جریدے 'ریلجن اینڈ لاء ریویو' کا ایڈیٹر بنایا گیا۔

سوال: ملک وملت کی تعمیر میں آپ آئی او ایس کے رول کو کس طرح دیکھتے ہیں؟

جواب: آئی او ایس کی خاص بات یہ ہے کہ اس نے اکیڈمک ماحول کو پیدا کیا اور ملک کے سیکولر کردار میں جو اکیڈمک اور دانشورانہ فروغ کے لیے ضروری ہے وہ ہم نے اس میں پایا۔ اسی لیے یہاں سارے اسکالر سارے مذاہب اور سارے طبقات کو جمع ہوتے دیکھا جاتا ہے۔ ان میں قومی ایشوز میں دانشورانہ بحث ومباحثہ ہوتا ہے۔ ادارے کی اس کارکردگی کی بنیاد پر ہمیں متاثر کرنے کی ضرورت نہیں پڑی بلکہ از خود ہم اس کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے اس سے جڑ گئے اور ہمیں یہ محسوس ہونے لگا کہ ہندوستان کو اسی اپروچ کی ضرورت ہے تاکہ اصل اکیڈمک ماحول کو پورے ملک میں پیدا کیا جائے، کیونکہ یہ وہ اپروچ ہے جسے ہم نے یونیورسٹی میں بھی نہیں دیکھا۔ جبکہ ہم نے کئی یونیورسٹیوں کا دورہ بھی کیا اور وہاں لیکچر دیا۔ یونیورسٹیوں میں پڑھنے پڑھانے کا تصور تو ہے لیکن جو دانشورانہ ماحول ہونا چاہیے جس میں ہر اسکالر کو اپنی بات کھل کر رکھنے کا موقع حاصل ہو، اس کا فقدان نظر آتا ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ آئی او ایس کو وسعت دی جائے اور اگر ملک کی یونیورسٹیوں کو یہ بات سمجھ میں آجائے تو یقیناً ملک کے سارے ہی دانشور اس سے جڑنا چاہیں گے۔ ہمیں آئی او ایس کی یہ طاقت محسوس ہوتی ہے جو تعمیری پہل پر مبنی ہے۔

پروفیسر افضل وانی سے مدیر خبرنامہ خورشید عالم انٹرویو کرتے ہوئے۔

سوال: آئین وقانون کی اسلامی انداز میں اور مسلم تناظر میں آئی او ایس کی جو خدمات ہیں اس پر برائے کرم روشنی ڈالیں

جواب: کوئی بھی ملک ہو یا کوئی بھی ملت اس کو ایک نظریہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے نظریہ ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے وہی لوگوں کو جوڑتا ہے، طاقت دیتا ہے اور منزل بھی دکھاتا ہے یہ اور چیزوں سے مختلف ہوتا ہے جہاں سیمنٹ اور مکان کے برعکس نظریہ ہی لوگوں کو جوڑ کر آگے جانے کا راستہ دیتا ہے۔ 1947 سے 1950 کے عرصہ میں ملک کا جو آئین تشکیل دیا گیا۔ اس میں بنیادی نظریات سالمیت اور تعمیر وترقی کے ہیں۔ آئی او ایس ان کی وضاحت اور۔۔ (بقیہ صفحہ 3 پر)

اداریہ

یو پی اے اور مسلمان

کانگریس قیادت والی یو پی اے حکومت جو اپنی دوسری مدت کے اختتامی مرحلے میں ہے اس لحاظ سے قابل مبارکباد ہے کہ اس نے اپنے انتخابی منشور اور کامن مینیمم پروگرام میں اقلیتوں بشمول مسلمانوں کے لیے جو وعدے کیے تھے اس ضمن میں متعدد فیصلے اور اعلانات کیے، جن میں قومی کمیشن برائے اقلیتی تعلیمی ادارہ جات اور مرکزی وزارت برائے اقلیتی امور کے قیام کے ساتھ ساتھ دہلی ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس راجندر سچر کی قیادت میں مسلمانوں کی مجموعی صورتحال کو جاننے کے ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی اور سپریم کورٹ کے سابق جسٹس رنگا ناتھ مشرا کی سربراہی میں قومی کمیشن برائے مذہبی و لسانی اقلیت کی تشکیل کی۔ علاوہ ازیں وزیر اعظم کے 15 نکاتی اقلیتی پروگرام کا بھی اعلان ہوا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ مذکورہ فیصلے اور اعلانات آزاد ہندوستان میں اپنے لحاظ سے تاریخی نوعیت کے تھے، کیونکہ پہلی بار اقلیتوں ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے بارے میں بھی کھل کر انکی فلاح و بہبود کے لیے غور و فکر کیا جا رہا تھا۔ مرکزی حکومت نے فیصلے اور اعلانات کی حد تک تو یقیناً سنجیدگی دکھائی اور بعض معاملے میں اقدامات بھی شروع کر دیے مگر اب جبکہ آئندہ عام انتخابات کو آدھے سال سے کم عرصہ رہ گیا ہے اور ان اقدامات کا جائزہ لیا جاتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمام اعلانات اور فیصلوں کے باوجود اس ملک کی اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کی دگرگوں حالت میں کوئی نمایاں تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ یہ یقیناً جہاں چونکانے والی بات ہے وہاں یہ بڑے افسوس کی بھی بات ہے۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ سب سے پہلی بات تو یہ سامنے آتی ہے کہ جہاں مرکزی وزارت برائے اقلیتی امور اور قومی کمیشن برائے اقلیتی تعلیمی ادارہ جات کے معاملے ہیں انھیں وہ ضروری اختیارات دیئے ہی نہیں گئے جن سے وہ کوئی موثر اقدامات کر سکتے اور اس کا فائدہ اقلیتوں بشمول مسلمانوں کو مل سکتا۔ دوسری وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ سچر کمیٹی کی سفارشات کے تعلق سے بھی حکومت نے عملدرآمد کا جو کام شروع کرایا اس میں مختلف وزارتوں میں بیوروکریسی مانع رہی۔ حکومت کا دعویٰ ہے کہ اس نے سچر کمیٹی کی روشنی میں تیار 76 سفارشات پر عمل شروع کرا دیا ہے لیکن بعض حلقوں کی جانب سے اس پر عدم اطمینان کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

اس سلسلہ میں بیوروکریسی کے معاون نہ ہونے کے سوا کچھ اور محسوس نہیں ہوتا ہے کہ ان میں تعصب اور امتیاز و تفریق موجود تھا۔ اگر حکومت نے کوئی موثر مانیٹرنگ سروس قائم کی ہوتی تو پھر شاید اس مضر فیکٹر پر قابو پایا جا سکتا تھا۔ اقلیتی خواتین کے لیے خصوصاً 'نئی روشنی' اسکیم شروع کی جاتی ہے لیکن وہاں اقلیتی خواتین کے بجائے اکثریتی طبقہ کی خواتین ہی مستفید ہوتی ہیں۔ ایک چونکانے والے اعداد و شمار کے مطابق اس اسکیم کے تحت اقلیتی خواتین تنظیموں کے بجائے 25 اکثریتی طبقہ کی تنظیموں کو گرانٹ کے لیے منظوری دی گئی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اوپر سے نیچے تک تعصب اور بھید بھاؤ کا راج قائم ہے اور اس میں بیوروکریٹس بہت اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ جواہر لعل نہرو یونیورسٹی کے پروفیسر ابیتا بھ کنڈو کو ان سفارشات پر نظر ثانی (Review) کی جو ذمہ داری سونپی گئی اس کی مدت کار بھی فروری 2014 میں ختم ہو رہی ہے۔

خورشید عالم

ارشاد ربانی

اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے زیرِ حکم کر دیا تاکہ تم اللہ کی راہ میں ان کی قربانی کر کے اِس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو توفیق دی۔

(سورہ حج: 37)

ترجمہ: مولانا اشرف علی تھانویؒ

چیف ایڈیٹر : ڈاکٹر محمد منظور عالم
ایڈیٹر : خورشید عالم
سرکولیشن منیجر : سید محمد ارشد کریم
کمپوزنگ و لے آؤٹ : نظیر الحسن
بدل اشتراک : 20 روپے سالانہ

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز
162، جوگا بائی مین روڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی-110025
فون نمبر: 26981187, 26989253 فیکس: 26981104
E-mail: manzoor@ndf.vsnl.net.in
Website: www.iosworld.org

(صفحہ 1 کا بقیہ)

ترجمانی کرتا ہے اور ان کو تقویت دیتا ہے اور یہ کام وہ اس خوبی سے کرتا ہے کہ لوگ خود کو اور ملک وملت کو بھی سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ بہت ضروری کام ہے۔ آئی او ایس کے پروجیکٹس، کتابیں اور جرنل ان سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ بروقت جو ایشوز آتے ہیں آئی او ایس ان پر آگے بڑھ کر کام کرتا ہے، کیونکہ ان ایشوز کے تعلق سے ضرورت ہوتی ہے کہ ان کا تجزیہ کیا جائے اور حل نکالا جائے۔ آئی او ایس کو یہ کام آگے کرتے رہنا چاہیے اور ملک وملت کے لیے یہ اس کی بڑی خدمت ہے دیگر اداروں کو بھی اسی نہج پر کام کرنا چاہیے۔ آئی او ایس کی خوبی یہ ہے کہ جب یہ کوئی ایشوز اٹھاتا ہے تو اس میں سماجی، سیاسی، اکنامک و دیگر علوم کے لوگ اس سے جڑ جاتے ہیں اور معاملے کی ہر پہلو سے وضاحت سامنے آجاتی ہے۔

سوال: گذشتہ 27 برس کی اپنی حیات میں قانون کے لحاظ سے آئی او ایس نے ملک پر کیا اثرات مرتب کیے؟

جواب: ہندوستان میں اسلامی قانون کی اپنی حیثیت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ ذاتی معاملوں میں اسلامی قانون نافذ العمل ہے۔ ریاست کا رشتہ فرد کے ساتھ قائم ہے جس کی پوزیشن آئین ہند میں بدستور قائم ہے۔ آئی او ایس نے اپنے بہت سارے موضوعات جو اسلامی قانون سے متعلق ہیں پر کام کیا ہے۔ کئی جیوڈیشری نے اسلامی لاء کے متعلق کام کیا۔ اس پر مبنی کتابیں لکھیں جو کہ آئی او ایس سے شائع ہوئی۔ آئی او ایس میں لیکچرس کا اہتمام بھی اسی مناسبت سے ہوتا ہے۔ ریلیجن اینڈ لاء ریویو میں اسلامی اور تقابلی مطالعہ پر مبنی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ان مضامین کو کمیونٹی کے لوگوں کے ذریعہ لکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مشہور جج جسٹس کرشنا ایئر کا ایک اچھا مضمون اسلامک لاء پر اس جریدے میں شائع ہوا ہے جس میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اس کی اہمیت کیا ہے؟ آئی او ایس نے ان سب پر بہت کام کیا ہے جو ہندوستانی تناظر میں بہت ضروری اور اہم ہیں۔ ذاتی معاملات سے لیکر وقف جیسے ایشوز پر کئی کتابیں شائع کی ہیں۔ انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو بولنے اور پڑھنے والوں کے لیے بھی بہت سی کتابیں شائع کی ہیں۔ اسلامی فقہ کے نظریات پر بھی کتابیں شائع کیں۔ اسلامی لاء سے متعلق کئی کانفرنسیں منعقد کیں۔ اسلامی بینکنگ قانون سے متعلق کتابیں تیار کرائیں اور عصر حاضر میں اجتہاد پر بھی پروگرام کیا۔

آئی او ایس کے وجود میں آنے کے ساتھ ساتھ انڈیا میں اسلامی قانون کا ایک نیا باب شروع ہوگیا۔ پہلے یہ خیال تھا کہ اسلامی لاء پرانا سسٹم ہے اس لیے آگے بڑھنے میں یہ معاون نہیں ہے لیکن 1985 میں سپریم کورٹ کا شاہ بانو کیس کا فیصلہ آنے کے بعد آئی او ایس اور اس سے جڑے علماء نے تحقیقی انداز میں اسلامی قانون کے نظریات کو پیش کیا۔ یہ اتنا موثر ثابت ہوا کہ مذکورہ نظریہ رکھنے والوں کو اپنا نظریہ بدلنا پڑا۔ یونیفارم سول کوڈ کا جو تصور دیا جاتا تھا کہ یہ لازمی ہے اور اس کے بغیر کوئی بات نہیں ہوسکتی ہے لیکن جب آئی او ایس نے اس پر کام کیا تو اندازہ ہوا کہ یونیفارم سول کوڈ اگر ہوسکتا ہے تو وہ اسلامی قانون ہوسکتا ہے جو دور جدید کے مسائل کو حل کرتا ہے۔ اسی بات سے متاثر ہوکر سپریم کورٹ نے بھی اپنے ایک فیصلے میں کہا کہ یونیفارم سول کوڈ نافذ کرنا ہمارا نہیں بلکہ پارلیمنٹ کا کام ہے۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ ایک نئی نسل اور جیورسٹ اسلامی لاء کو سمجھنے لگی اور زیادہ بیبا کی سے اسے پیش کرنے لگی۔ آئی او ایس میں اسلامی لاء پر مباحثہ ہوا اس پر تحقیق ہوئی اس سے اسے تقویت ملی اور اعتماد پیدا ہوا۔ ایک اور پہلو یہ ہے کہ تقابلی مطالعہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ دیگر کمیونٹی میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ تقابلی مطالعہ ہو اور اسلامی لاء کا بھی تقابلی مطالعہ کیا جانے لگا۔ کچھ کتابیں اس کے بعد آئیں جنھوں نے اسلامی قانون پر تنقید کا کام کیا وہ نظریات کے بجائے عمل پر تنقید کرنے لگے کیونکہ وہ نظریات کے سامنے ٹک نہیں پائے۔

سوال: گذشتہ دنوں دھلی میں گینگ ریپ کے بعد آئی او ایس نے مرکزی حکومت کے ذریعہ بنائے گئے دونوں پینلوں میں جو اپنی تجاویز پیش کی تھیں کیا ان میں سے کسی بھی تجویز کو قابل اعتناء سمجھا گیا۔ اگر ھاں تو وہ کون سی تجویز ھے؟

جواب: موجودہ دنیا بھی تعزیراتی پالیسیاں: موافقت اور اثرات، کے موضوع پر 15 جنوری 2013 کو آئی او ایس میں میرا ایک پروگرام ہوا تھا۔ جس میں، میں نے مسئلہ کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی تھی۔ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جرم کا نیچر اور اس کو پروان چڑھانے میں کون سے عوامل ہوتے ہیں۔ اس پس منظر میں ہم نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ ایک سماج میں جرم کیوں ہوتا ہے اور اس کے کیا اسباب ہیں؟ ہم نے یہ بات جسٹس اوشامہرا کمیٹی کو لکھی۔ اس میں ہم نے یہ بتایا کہ اس جرم کو وسیع تر تناظر میں دیکھنا چاہیے اور اسی لحاظ سے سزا دی جائے۔ اس کے پیش نظر حکومت نے بعد میں ترمیم کی۔ حکومت نے جرم کی وسیع تر تناظر میں تشریح کی جیسے گھورنا وغیرہ۔ سزا بھی اسی حساب سے ہے۔ ہمیں لگتا ہے کہ ہماری یہ بات مان لی گئی۔ سزا نہ صرف دی جائے بلکہ اس کا احساس بھی کرایا جائے حکومت نے اس کو اس طرح نہیں لیا جس طرح ہم نے اپنی تجویز کہا تھا۔ 2013 میں دہلی میں ریپ کے واقعات پہلے کے مقابلے دوگنا ہوگئے۔ سزا کا احساس کرانے کی جانب شاید حکومت کا دھیان ابھی نہیں ہے۔ نظام تعلیم میں تبدیلی لانا چاہیے اس پر بات ہو رہی ہے لیکن عملی طور پر کچھ نہیں ہوا ہے۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ بچے کام کریں اور کمائیں لیکن حکومت کی پالیسی کیا ہے کہ وہ بچہ جو کمارہا ہے وہ خرچ کیسے کرے اس کی اسے کوئی تعلیم نہیں دی جاتی، اس کی وجہ سے اس کی عادتیں بگڑ جاتی ہیں اور اس عمر میں جرم کرنے میں شدت بھی ہوتی ہے اور اسی عمر میں اس کی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے، یہ اصلاح نظام تعلیم میں تبدیلی لاکر ہی ممکن ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اقدار پر مبنی تعلیم دی جائے جس طرح کمانا سکھایا جاتا ہے اسی طرح خرچ کرنا بھی سکھایا جائے۔ 18 سال سے کم عمر کے مجرم کے ٹرائیل میں اس کے ساتھ الگ طرح کا سلوک ہوتا ہے لیکن اس کو سزا نہ دی جائے یہ صحیح نہیں ہے۔ امریکہ میں 15 سال کی عمر پر سزا ہوتی ہے۔ اس عمر کے لوگوں کو دیگر قیدیوں کے ساتھ نہ رکھا جائے لیکن اسے قید ہی نہ کیا جائے یہ غلط بات ہے۔ سدھار گھر ایک طرح کا اسکول ہونا چاہیے جس پر زیادہ سنجیدگی سے عمل ہونا چاہیے۔ ◻◻

”ہندو بحرین کے درمیان مزید قریبی تعلقات کی ضرورت“

آئی او ایس خصوصی لیکچر کے دوران شاہ بحرین کے مشیر ڈاکٹر عبدالغفار کا اظہار خیال

شاہ بحرین کے ڈپلومیٹک معاملوں کے مشیر ڈاکٹر محمد عبد الغفار نے انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (آئی او ایس) کے زیر اہتمام 12 فروری 2013 کو ایک خصوصی لیکچر کے دوران حکومتی و عوامی سطحوں پر ہندو بحرین کے درمیان مزید قریبی تعلقات پر زور دیا۔انہوں نے کہا کہ ہندو بحرین زمانہ قدیم سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ ان دونوں ممالک کے درمیان روابط اور تعلقات حضور اکرمؐ کی بعثت سے قبل رہے اور پھر بعد میں یہ مزید مستحکم ہوئے۔ نیز ہندوستان کی آزادی کے بعد اس میں اور بھی وسعت پیدا ہوئی۔انہوں نے اس بات پر زور ڈالا کہ اس کے باوجود آج مختلف شعبوں میں ایک دوسرے سے تعاون کی مزید ضرورت ہے اور یہ تعاون تعلیم، معیشت، ثقافت اور دیگر میدانوں میں دیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالغفار جو کہ بحرین میں ڈرسات (DERSAT) کی ٹرسٹیز بورڈ کے چیئرمین بھی ہیں، نے کہا کہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ گلف کوآپریشن کونسل کو مزید مضبوط اور مستحکم کیا جائے۔انہوں نے اس تعلق سے ایران اور شام کے منفی رول پر تنقید کرتے ہوئے ہندوستان کو مثبت رول ادا کرنے کی دعوت دی اور کہا کہ بحرین اس خطہ میں امن کے لیے گلف کوآپریشن کونسل میں اتحاد کا خواہاں ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس میں اتحاد قائم ہوتا ہے تو یہ خلیج کے ممالک بشمول بحرین کے حق میں ہوگا۔انہوں نے تفصیل سے خطہ میں پیچیدگی، نزاکت اور حساسیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ جذبات سے نہیں بلکہ حکمت سے عملی تدابیر کرنے کی ضرورت ہے۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ بحرین میں اسلامی بینکنگ خوب پھل پھول رہی ہے۔

آئی او ایس چیرمین ڈاکٹر محمد منظور عالم نے کہا کہ ہندوستان کی خارجہ پالیسی امن اور تعاون پر منحصر ہے۔ان کا کہنا تھا کہ ایک ایسے وقت جبکہ امریکہ اور یوروپ سے عالمی قوت ایشیائی بلاک کی طرف منتقل ہو رہی ہے، اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہندوستان جو ابھرتی ہوئی اقتصادی قوت ہے کے ساتھ مسلم ممالک بشمول بحرین کے روایتی روابط و تعلقات کو مزید مضبوط کیا جائے۔ان کا کہنا تھا کہ اس تعلق سے ایک تھنک ٹینک کے طور پر آئی او ایس کوشاں ہے اور اس ضمن میں وہ اندرون ملک کئی پروگرام منعقد کر چکا ہے۔ نیز بحرین میں بھی چند برس قبل اسی قسم کے پروگرام کرنے کا اس کا پلان تھا مگر وہ بعض نامساعد حالات کے سبب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم دنیا ایسے لٹریچر تیار کرائے جو اسلام کے پُر امن اور پُر وقار رول کو ابھارے۔ان کا کہنا تھا کہ ایران کے تعلق سے جو تحفظات پائے جاتے ہیں، اس سے اوپر اٹھکر ایران کو صحیح تناظر میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔انہوں نے اس بات پر بھی زور ڈالا کہ مسلم دنیا کو سائنسی ترقی و ایجادات پر بھی توجہ دینی چاہئے اور اس سلسلے میں اسے اپنے وسائل کو بھی لگانا چاہئے۔ انہوں نے مذکورہ لٹریچر کی تیاری میں آئی او ایس کی خدمات کی یقین دہانی کرائی۔

ماہر گلف اسٹڈیز اور جواہر لال نہرو یونیوسٹی، نئی دہلی کے پروفیسر ڈاکٹر آفتاب کمال پاشا نے توقع کی کہ ڈاکٹر عبد الغفار جیسے بحرین کے دماغ اور آئیڈیا لاگ ہندو بحرین کو مزید قریب کرنے میں اہم اور کلیدی رول کر سکتے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ بحرینی مہمان ہندوستان کی تہذیب اور معاشرت ہی نہیں بلکہ مجموعی صورت حال سے بخوبی واقف ہیں کیونکہ ان کی اعلیٰ تعلیم پونے (مہاراشٹر) میں ہوئی ہے اور یہ وقتاً فوقتاً اس ملک کا دورہ بھی کرتے رہتے ہیں۔قبل ازیں آئی او ایس سکریٹری جنرل ڈاکٹر ظہور محمد خاں نے آئی او ایس کا تفصیل سے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ اس نے مختلف شعبوں میں متعدد ایسے کام کئے ہیں جو کہ پالیسی سازی میں کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔ سپریم کورٹ کے ایڈووکیٹ آن ریکارڈ مشتاق احمد علیگ نے پروگرام کی نظامت کرتے ہوئے امید کی کہ بحرین کی اس اہم شخصیت کی آمد سے دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات مزید شیریں ہوں گے۔اس موقع پر سوال وجواب کا بھی سیشن ہوا جس کے دوران ڈاکٹر عبدالغفار نے شرکاء کو مزید مستفیض کیا۔ ◻◻

دائیں سے ڈاکٹر آفتاب کمال پاشا، ڈاکٹر محمد منظور عالم، ڈاکٹر ظہور محمد خاں وغیرہ، (مائک پر) شاہ بحرین کے ڈپلومیٹک معاملوں کے مشیر ڈاکٹر محمد عبدالغفار لکچر دیتے ہوئے

سچر رپورٹ کے 6 برس بعد بھی مسلمانوں کی صورتحال ہنوز بدتر

آئی او ایس-سی آر ڈی پی پروگرام میں ابوصالح شریف کا اظہار خیال

سچر کمیٹی کے ممبر سکریٹری اور یو ایس-انڈیا پالیسی انسٹی ٹیوٹ، واشنگٹن کے چیف اسکالر ڈاکٹر ابوصالح شریف نے کہا ہے کہ سچر رپورٹ آنے کے 6 برس بعد بھی ہندوستان میں مسلمانوں کی بدتر مجموعی صورتحال میں کوئی مثبت فرق سامنے نہیں آیا ہے۔ لہٰذا اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ سنجیدگی کے ساتھ ان کی بہتری کے تعلق سے عملی اقدامات کیے جائیں۔ انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر میں انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (آئی او ایس) اور سینٹر فار ریسرچ اینڈ ڈبیٹس اِن ڈیولپمنٹ پالیسی (سی آر ڈی پی) کے تحت یکم فروری 2013 کو ''ہندوستان میں زمینی سطح تک ترقی کی حکمت عملی اور سچر رپورٹ کے 6 سال کے بعد، یکساں مواقع کمیشن کی ضرورت کے تعلق سے ریسرچ رپورٹوں'' پر منعقد پُر مغز مباحثہ کے دوران اپنے پاور پوائنٹ میں مذکورہ بالا اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دیے جانے میں سرکاری سطح پر جانبداری کا سلسلہ جاری رہنے کے سبب صورتحال میں کوئی واضح تبدیلی دیکھنے کو نہیں مل رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ وزارت اقلیتی امور کا 20 فیصد فنڈ استعمال نہیں ہو رہا ہے اور جو سرکاری اسکیمیں ہیں وہ مسلمانوں کی آدھی آبادی کی ہی احاطہ بندی کر پاتی ہیں۔

ڈاکٹر ابو صالح شریف نے کہا کہ جہاں تک اقلیتی آبادی والے اضلاع کے پروگراموں کا تعلق ہے وہاں اقلیتوں کے زیادہ تر حصوں تک اقلیتی امور کی وزارت اور ریزرو بینک آف انڈیا کی پہنچ نہیں ہو پاتی ہے۔ انھوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ بنیادی معاشی وسماجی سیکٹروں کے لیے ڈائیورسٹی انڈکس (Diversity Index) کا قیام اور مانیٹرنگ ہونی چاہیے۔ انھوں نے مقامی گورننگ باڈیز میں اقلیتوں/مسلمانوں کی نمائندگی بڑھانے پر زور دیا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ سماجی طور پر ترقی کو زمینی سطح پر سرمایہ کاری کو بڑھا کر جی ڈی پی میں اضافہ کی تائید وحمایت نہایت ضروری ہے۔

ڈاکٹر شریف کا یہ بھی کہنا تھا کہ فارمل سیکٹر کی ملازمت اور رورل ڈیولپمنٹ محکمے کے روزگار پروگراموں میں مسلمانوں کی پہنچ کو بڑھایا جائے اور زمینی سطح تک مالیاتی پروگراموں کی ناکامی پر غور وخوض کرتے ہوئے اس میں بہتری، پلاننگ، نفاذ، جواب دہی اور مانیٹرنگ جیسے پروگراموں سے کی جائے۔ انھوں نے کہا کہ تعلیم میں پسماندگی کے پیش نظر اقلیتی طلباء پر فوکس کرتے ہوئے اسکالرشپ کے نفاذ کے میکنزم کو بہتر بنایا جائے اور اسی کے ساتھ ساتھ یکساں مواقع کمیشن کی بھی بلا تاخیر تشکیل کی جائے۔ علاوہ ازیں ان کا زور اس بات پر بھی تھا کہ آر ٹی آئی ایکٹ کے نکات کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے اور مانیٹر کرنے کے لیے مؤثر میکنزم تیار کیا جائے۔

نیشنل کونسل فار اپلائیڈ اکانومک ریسرچ کے مشیر اور نیشنل سمپل سروے آرگنائزیشن کے سابق سربراہ امیتابھ کندو نے ڈاکٹر شریف کے خیالات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کی مجموعی صورتحال واقعی دگرگوں ہے۔ انھوں نے اس تعلق سے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کی نمائندگی سرکاری وغیر سرکاری سیکٹروں میں نیز دیگر شعبوں میں بڑھنی چاہیے۔ ڈاکٹر کندو کا کہنا تھا کہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ سرکاری اسکیمیں بنتی تو ہیں مگر یہ مسلمانوں کے درمیان پچاس فیصد تک بھی نہیں پہونچ پاتی ہیں۔ سکھ فورم کے سکریٹری آر ایس چھتوال نے کہا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ حکومتی سطح پر اقلیتوں کو مایوسی ہو رہی ہے لیکن اگر ہم ان کی مجموعی صورتحال میں بہتری چاہتے ہیں تو ان اقلیتی فرقوں کو خود اپنے رول پر سوچنا پڑے گا اور پلان بنا کر اسے آگے بھی بڑھانا پڑے گا۔ دہلی اقلیتی کمیشن کے سابق چیئرمین کمال فاروقی نے کہا کہ ڈاکٹر شریف نے سچر رپورٹ کے چھ برس بعد مسلم کمیونٹی کی جو تصویر دکھائی ہے وہ یقیناً افسوسناک ہے۔ انھوں نے کہا کہ جہاں تک وزارتِ اقلیتی امور کا سوال ہے تو وہ بعض دفعہ اپنے رول کے اعتبار سے بے کار محسوس ہوتی ہے مگر ہمیں اس کے باوجود اپنے معاملات کو اس تک لے جانا چاہیے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اقلیتی مالیاتی ترقیاتی کارپوریشن کا تو اس اعتبار سے کوئی مقصد ہی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اس سے اقلیتوں کی حالت کو بہتر بنایا جا سکے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ عجب سی بات ہے کہ اس کارپوریشن کا پچاسی فیصد بجٹ اس کے اِسٹیبلشمینٹ اخراجات پر خرچ ہو جاتا ہے۔ ان کا سوال تھا کہ اس صورت میں اقلیتوں پر بچے کھچے پندرہ فیصد بجٹ سے کیا بہتری لائی جا سکے گی؟

آئی او ایس چیئرمین ڈاکٹر محمد منظور عالم نے کہا کہ تقسیم ہند کے بعد سے ترقی کے لحاظ سے مسلمان مستقل نیچے کی طرف جا رہا ہے۔ ان کے مطابق سب سے بڑا مسئلہ فرقہ وارانہ تفریق وبھید بھاؤ کا ہے۔ اس تعلق سے ابھی حال میں یو جی سی چیئرمین شپ کے لیے سید حسنین کے کیس کو مثال کے طور پر لیا جا سکتا ہے۔ ان کا نام دو بار سلیکشن کمیٹی کی فہرست میں نمبرون پر آیا مگر اس کے باوجود ایک دیگر شخص کو تقرر کر کے اتوار کو چھٹی کے باوجود چارج دلا دیا گیا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ تعلیمی اداروں کو قائم کرنے کے بعد مسلمانوں کو انہیں تسلیم کرانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوتا ہے۔

اپنے صدارتی ریمارکس میں سابق سپریم کورٹ چیف جسٹس اے ایم احمدی نے کہا کہ سب کچھ کے باوجود اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے کہ اس ملک میں بنیادی حقوق آج زندہ ہیں۔ انھوں کہا کہ سچر رپورٹ اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس سے مسلمانوں کی پسماندگی کے تعلق سے بہت سے حقائق پہلی بار مجموعی طور پر سامنے آئے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارا ملک سوشلسٹ اصولوں پر قائم ہے مگر ہم سوشلسٹ پیٹرن سے ہٹ گئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان سب سے زیادہ متاثر ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کی بدتر حالت کو سدھارنے کے لیے سبھوں کو دلچسپی لینا پڑیگا۔ اس تعلق سے ان کا کہنا تھا کہ کیا یہ بات اہم نہیں ہے کہ کل تک جو لوگ مسلمانوں کے مسائل میں دلچسپی لینے کو منہ بھرائی کہتے تھے آج انہی کے نمائندہ نریندر مودی کی شکل میں مسلمانوں سے ہمدردی کرنے کا دم بھر رہے ہیں۔ جسٹس احمدی نے یہ بھی کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ڈاکٹر ابوصالح شریف جیسے لوگ میڈیا کے ذریعہ ان حقائق کو اپنے مضامین کے ذریعہ عام کریں۔ ❑❑

’’عرف‘‘ کا اسلامی قانونِ فلسفہ میں تصور - کے موضوع پر لیکچر

اسلام نے مقامی کلچر کو ختم نہیں کیا بلکہ جہالت کو ختم کیا ہے: پروفیسر الپسران ایلکا جینک

دائیں سے ڈاکٹر محمد منظور عالم، علی عکیز، ڈاکٹر چوی ووان اور پروفیسر افضل وانی، پروفیسر الپسران ایلکا جینک لیکچر دیتے ہوئے

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (آئی او ایس) میں 7 مارچ 2013 کو ’بین الثقافت میں عرف کا اسلامی قانون میں فلسفہ‘ کے موضوع پر لیکچر دیتے ہوئے ترکی کے دانشور اور استنبول میں واقع یلڈز ٹیکنیکل یونیورسٹی کے ڈائریکٹر پروفیسر الپسران ایلکا جینک نے کہا کہ عرف اسلامی قانون کا ایک حصہ ہے، لیکن اس کا دائرہ کار قرآن وسنت کے اندر ہی ہے۔ قرآن وسنت کے بعد اجماع اور قیاس ہے، عرف اصلا اس سے جڑا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مقامی کلچر کو کبھی ختم نہیں کیا بلکہ اسے تحفظ دیا ہے بشرطیکہ اس میں بدعات شامل نہ ہوں۔

پروفیسر موصوف نے عرف کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اسلام نے اپنی آمد کے بعد عرب کے مقامی کلچر کو ختم نہیں کیا بلکہ جہالت کو ختم کیا، اور جہاں جہاں اسلام گیا وہاں اس نے مقامی کلچر کو تحفظ دیا۔ انھوں نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ روزہ اسلام میں فرض ہے اس کے باوجود کچھ جگہوں پر لوگ غروب آفتاب کے فوراً بعد افطار کرتے ہیں اور کچھ جگہوں پر تاخیر سے کرتے ہیں۔ یہ سب مقامی کلچر کا حصہ ہے جس پر اسلام نے اعتراض نہیں کیا کیونکہ اصل چیز روزہ ہے۔ اسی طرح نماز ہاتھ باندھ کر اور ہاتھ کھول کر پڑھتے ہیں، کیونکہ اصل چیز نماز ہے جس کا پڑھنے کا حکم ہے۔

انھوں نے کہا کہ ترکی کا کلچر اسلامی کلچر سے متضاد نہیں ہے لیکن اسے ترکی اسلامی کلچر کہنا صحیح نہیں ہوگا بلکہ صحیح اسلامی ترکی کلچر ہے۔ اس لیے کہ عرف الگ الگ ہوسکتی ہے اور اسلام بنیاد ہے جو کہ مشترک ہے۔ ہندوستان کی مساجد کے فن تعمیر کو مقامی کلچر بتاتے ہوئے کہا کہ ہر ملک میں مسجدوں کی فن تعمیر الگ الگ ہے لیکن کسی بھی مسجد میں نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ نماز بالکل اسی طرح پڑھی جاتی ہے جس طرح پڑھنے کا حکم ہے۔

صدارتی خطاب کرتے ہوئے آئی او ایس چیئرمین ڈاکٹر محمد منظور عالم نے اسپین اور ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کا موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ اسپین میں مسلمانوں نے دعوت وتبلیغ کے بجائے حکومت کرنے پر دھیان دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کی حکومت ختم ہوگئی تو وہاں سے ان کا نام ونشان بھی ختم ہوگیا اس کے برخلاف ہندوستان میں جو مسلمان آئے انھوں نے دعوت وتبلیغ بھی کی اور حکومت بھی کی۔ صوفیا کی تبلیغ نے عام آدمی کو متاثر کیا اور وہ اس سے قریب ہوا۔ انھوں نے کہا کہ گلوبلائزیشن کے اس دور میں اسلام انسانیت کے لیے کیا پیغام رکھتا ہے اور اسے کس طرح تحفظ فراہم کرتا ہے جیسے ایشوز کو سامنے لانے کی ضرورت ہے۔

اس موقع پر مذکورہ یونیورسٹی کے کیمیکل اینڈ میٹرولوجی کے ڈین پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ بیرام، فیکلٹی آف سائنس اینڈ لٹریچر کے ڈین پروفیسر علوی ایوشیا، نئی دہلی کے ان ڈائیلاگ فاؤنڈیشن کے صدر علی عکیز اور ساؤتھ کوریا کی پوسان یونیورسٹی کے ڈاکٹر چوی ووان کو بھی میمنٹو پیش کیا گیا۔ نظامت کے فرائض گروتیغ بہادر اندر پرستھ یونیورسٹی کے شعبہ قانون کے استاد پروفیسر افضل وانی نے انجام دیئے۔ انھوں نے کہا کہ عرف بہت مضبوط ذریعہ ہے جو اپنے آپ میں وہاں کی عادات کو اپنے اندر سموتا ہے اور جگہ دیتا ہے، اسی لیے اس میں ایک طرح کی فعالیت ہے اور یہ قیامت تک چلتا رہے گا۔

پروگرام میں مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے حضرات کی ایک بڑی تعداد شریک تھی۔ جن میں جامعہ کے پروفیسر ایس اے ایم پاشا، آئی آئی ٹی دہلی کے سابق پروفیسر ایس ایم یحیٰی، بنگلور کے سید ضمیر پاشا، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ڈاکٹر اقبال حسین، پروفیسر حسینہ حاشیہ، پروفیسر رفاقت علی، ڈاکٹر اوصاف احمد، مشرف حسین، مفتی افروز عالم قاسمی اور مظفر حسین غزالی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ▫▫

”کنزیومر پروٹیکشن قانون کی تفہیم وموٴثر استعمال کی شدید ضرورت“-عبدالحفیظ گاندھی

دائیں سے جسٹس فخر الدین احمد، مشتاق احمد علیگ ایڈوکیٹ اور عبدالحفیظ گاندھی

انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز (آئی او ایس) کے زیر اہتمام 4 مئی 2013 کو آئی او ایس کانفرنس ہال میں ”کنزیومر پروٹیکشن ایکٹ 1986 اوراس کا موٴثر استعمال“ کے موضوع پر خصوصی لیکچر دیتے ہوئے آر ٹی آئی کارکن اور اے ایم یو اسٹوڈنٹس یونین کے سابق صدر عبدالحفیظ گاندھی نے کہا کہ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کنزیومر کے پاس انکے تحفظ کے لیے 1986 میں بنایا گیا قانون جو کہ آر ٹی آئی قانون کی طرح تاریخی اور انقلابی ہے، موجود ہے لیکن اس کے باوجود سپلائر ودیگر گروپوں کی جانب سے دھوکہ دھڑی کا سلسلہ جاری ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر ہم بیدار ہوں اور اس قانون کا موثر انداز میں استعمال لیں تو بڑی حد تک دھوکہ دھڑی سے بچا جاسکتا ہے۔

عبدالحفیظ گاندھی جو کہ ان دنوں جواہر لعل نہرو یونیورسٹی میں شعبہ قانون میں ریسرچ اسکالر ہیں نے کہا کہ اگر کوئی فرد یا گروپ خامیوں سے پُر کسی چیز کو فروخت کرتا ہے یا کوئی بھی بلڈر معیار سے فروتر فلیٹ کسی کو فروخت کرتا ہے یا معاملے کی شرائط کی خلاف ورزی کرتا ہے یا کم خوبی والے مواد کا استعمال کرتا ہے تو اس وقت اس قانون کا استعمال کر کے انصاف حاصل کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ 1986 سے قبل مذکورہ بالا شکایات کے وقت واحد مداوا عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا تھا جہاں سے انصاف ملنے میں بہت دیر ہوتی تھی لیکن اس قانون کے بننے کے بعد کسی بھی کنزیومر کو بہت کم وقت میں ہر جانہ وصولنے کا موقع مل جاتا ہے۔

ان کا کہنا تھا کہ موجودہ کنزیومر کے معاملات ٹھیک سے نہ نمٹائے جانے کے سبب اس کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی۔ بعد ازاں 1991، 1993 اور 2002 میں اس تاریخی قانون میں ترمیمات بھی ہوئیں جس سے یہ مزید مضبوط اور مستحکم بنتا چلا گیا۔ عبدالحفیظ گاندھی نے کہا کہ آج ہم جس طرح آر ٹی آئی کے ذریعہ فائدہ اٹھا رہے ہیں ٹھیک اسی طرح اس قانون کے ذریعہ بھی صرف معلومات کا فائدہ ہی نہیں اٹھا سکتے ہیں بلکہ مختلف مسائل کو حل بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کا اور اس کے عملدر آمد کا عام لوگوں میں ٹھیک سے تعارف ہو۔

پروگرام کی نظامت کرتے ہوئے سپریم کورٹ کے وکیل مشتاق احمد ایڈوکیٹ علیگ نے کہا کہ اس قانون کی مدد سے تجارت میں بدعنوانی کو روکا جاسکتا ہے۔ آج یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ کسی بھی اشیاء کی من مانی قیمت وصول کی جاتی ہے اور چھوٹی سطح کے تاجروں اور مینوفیکچر کو آگے بڑھنے سے روکا جاتا ہے۔ اپنے صدارتی کلمات میں چھتیس گڑھ ہائی کورٹ کے سابق جج جسٹس فخر الدین احمد نے کہا کہ مذکورہ قانون ایک ایسا قانون ہے جس کا عام عوام سے سیدھا تعلق ہے اور یہ قانون مفاد عامہ کا قانون ہے کیونکہ اس کے ذریعہ ایک کنزیومر کسی بھی چیز کو خریدتے وقت مختلف دھاندلیوں سے اپنی حفاظت کر سکتا ہے۔ اس سب کے باوجود شرط یہ ہے کہ پہلے ہم اسے خود سمجھیں اور پھر دوسروں کو سمجھائیں کہ یہ قانون دراصل ہے کیا اور ہم اس سے کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس موقع پر سوال وجواب کا بھی سیشن ہوا۔

دیگر شرکاء میں پروفیسر رفاقت علی، جماعتِ اسلامی ہند کے مولانا عبدالحق فلاحی، معروف سماجی کارکن جی سی ماتھر، من پریت کور، بی بی سی کے محمد اقبال، سید اشرف رضوی، افروز عالم ساحل، صفی اختر اور محمد فیروز ہاشمی کے نام قابل ذکر ہیں۔ □□

آئی او ایس کا سفر منزل بہ منزل

آئی او ایس کے 10 سال مکمل ہونے پر کولکاتہ چیپٹر کی جانب سے ''کولکاتہ سلم اور ان کے مسائل: امکانات اور ترقی'' کے موضوع پر منعقد سمینار

آئی او ایس کے 20 سالہ پروگرام میں جسٹس راجندر سچر (دائیں) کو مومنٹو پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد منظور عالم (بائیں)، بی ایم ابراہیم اور جسٹس اے ایم احمدی (درمیان میں)

PRINTED MATTER

FROM
IOS KHABARNAMA
162, Jogabai Main Road
JAMIA NAGAR
NEW DELHI-110025

Published from Institute of Objective Studies, 162 Jogabai Main Road, Jamia Nagar, New Delh- 110025
printed at Bharat Offset, 2035, Qasimjan Street, Delhi - 110006